THE

سرمور گزٹ

ناہن

نمبر ۱۸ | مطبوعہ ۱۴ مئی سنہ ۱۸۹۳ع روز یکشنبہ | جلد ۶

سرمور گزٹ

ناہن ۔ ۱۴ مئی سنہ ۱۸۹۳ع یکشنبہ

منشی محرم علی کے دعوون اور بیانات کی اصلیت اب دنیا پر کھل رہی ہے سر سید احمد خان صاحب کا رسوخ مسلمانان پنجاب مین کم ہوگیا ۔ منشی محرم علی کا مقدمہ اسلام قدیم اور نیچریت کی لڑائی ہے ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پنجاب کے تمام نامی گرامی اور کل مسلمان بارسٹر اور وکیل مولانا مولوی نذیر احمد صاحب کی طرف سے پیروی کر رہے ہین ۔ منشی محرم علی نے ابتدا مین دو وکیل اپنی طرف سے کیئے تھے ۔ ایک انگریز اور ایک ہندو ۔ مگر ایک دو روز کام کر کے اُنھون نے بھی جواب دیا اور منشی صاحب خود اپنی وکالت کرتے رہے ۔ آخر جب

عدالت نے مجبور کیا تو اور وکیل کی تلاش ہوئی اور ملے تو پھر بھی دو ہندو وکیل لاہور سے ملے ۔ اُن کے نام گوبند رام اور جیشی رام ہیں ۔ پنجاب کا تو کوئی مسلمان وکیل ملا نہین ۔ دہلی سے ایک شخص حافظ عزیز الدین دھوکا کھا آ گئے تھے مگر سنا ہے ایک ہی دن رہ کر اور اصلی کیفیت معلوم کر کے واپس چلے گئے ۔ بہر حال منشی محرم علی کے دعوون اور جھوٹے بیانون کی اصلیت جو ہے جو اب عدالت کے ذریعے سے معلوم ہو رہی ہے

رفیق ہند اور اُس کے چیلے چانٹے ۔ "رفیق ہند" کا ایک چیلا یعنی عبد الرحمن اڈیٹر و پروپرائٹر ہاسٹے خان حال لاہور پنچ جو پہلے رفیق خود کا کاتب تھا آج عدالت صاحب مجسٹریٹ درجہ اول لاہور سے بجرم اشاعت مضامین فحش زیر دفعہ ۲۹۲ تعزیرات ہند سزا یاب قید دو ہفتہ و جرمانہ کا ہوا ۔ دوران تحقیقات مین معلوم ہوا کہ حضرت کا پریس تک اپنا

نہ تھا اور لاف و بلند پروازیون کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔ بوجہ انسانیت بے شک وہ ہمدردی کے قابل ہے لیکن اپنے چلن کی سزا ہر ایک کو بھگتنی ہی پڑتی ہے۔ قریبی رشتہ دار اور اُس زمانے کے رفیق بھی دیکھتے ہی رہ جاتے ہین تو دوسرے بے چارے کیا کر سکتے ہین۔ باقی چیلون نے اُس رفیق کی حمایت مین عجیب غلط بیانیان شروع کی ہوئی ہین اور دوران مقدمہ کی کارروائی کو اپنے مفید مطلب لکھ کر پبلک کو دھوکا دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک لاہور کا مسٹر پیسہ ہے اور دوسرا شیشہ یا آئینہ جس مین اپنا ہی منھ نظر آتا ہے۔ میان محرم علی کے وکیلون نے تو اُس کی وکالت سے پہلوتہی کی۔ پیسہ لکھتا ہے کہ پیروی کرنے رہے جہان چہ رائے بہادر پنڈت رادھاکشن صاحب نے دستبرداری کی چٹھی عدالت کو لکھی جو عدالت مین سب کے سامنے پڑھ کر سنائی گئی۔ بعد ازان دہلی سے ایک وکیل منشی عزیز الدین صاحب آئے جو مولوی حافظ نذیر احمد صاحب کے مشہور مخالف ہین پہلے روز عدالت مین گئے تو سب سے اول تخمیناً دو گھنٹے اسی بحث مین گذر گئے کہ آیا منشی صاحب لاہور مین وکالت بھی کر سکتے ہین یا نہین۔ آخر جب اجازت ملی تو لگے غیر متعلق سوالات کرنے۔ پہلے تو مولوی صاحب نے علمی سوالات مین ان کی آپ کی خبر لے لی بعد ازان عدالت نے زور سے روکا کہ آپ اپنا جوش دہلی مین واپس لے جانا یہان عدالت ہے۔ انسانیت کے ساتھ مقدمے کے متعلق سوالات کرو ورنہ خاموش رہنا بہتر ہے۔ آخر منشی عزیز الدین صاحب تا آخر وقت خاموش بیٹھے رہے اور دوسرے روز مقدمے کو چھوڑ کر اپنا سا منھ لے کر واپس تشریف لے گئے۔ یہ ہین اصلی حالات جن پر میان مذکور کے چیلے حاشیے چڑھا رہے ہین۔ ہم کبھی اس بارے مین کچھ نہ لکھتے اگر میان محرم علی اور اُس کے چیلے غلط بیانیون کا عمل اختیار نہ کرتے۔ خود بدولت رفیق ہند تو یہان تک بڑھ گئے کہ اپنے سبسک سے سک کر نکلے ہوئے پرچے مطبوعہ ۵ مئی ۱۸۹۳ء مین لکھتے ہین کہ حافظ عزیز الدین وکیل کو دہلی کے اہل اسلام نے بھیجا ہے!! جس کی کوئی بنیاد نہین ہے کیونکہ دہلی سے تو میان محرم علی کے سمن تک بھی ناتعمیل شدہ واپس آتے ہین دہلی کے مسلمان اچھے مسلمان ہین فرقہ پرست نہین ہین گو وہ لیاقت بزرگی تنظیم وہ دل مین بحوبی رکھتے ہین لیکن جو حرکت سے پیچھے ہوئے ہین معلوم نہین کہ حافظ عزیز الدین کس خیال کے بزرگ ہین میان محرم علی کے بعض چیلے سراؤن مین مسافرون کے آگے ہاتھ پھیلا کر گدائی کرنے لگ پڑے ہین۔ اور جو کچھ ملتا ہے اپنے رفیق کے آگے لا حاضر کرتے ہین۔ مختلف ترکیبین پیسہ وصول کرنے کی نکالی جا رہی ہین اور مذہب کی آڑ مین پیسہ لے کر اپنے ڈیفنس مین صرف کیا جاتا ہے۔ سادہ لوح اہل اسلام کا پیسہ اپنی شہرت کے لیے صرف کیا جاتا ہے۔ دو چار مسافرون کے سامنے مسجد مین ایک چیلا جا کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ دعا میان محرم علی کے حق مین خواہ کوئی کرے یا نہ کرے اخبار مین لکھ دیا جاتا ہے کہ دعائین ہوئین۔ کہان تک اُن کی کارروائیان ظاہر کی جائین نمونہ کے طور پر یہ حالات کافی ہین۔

راقم دہی نامہ نگار۔ از لاہور۔

مولوی نذیر احمد صاحب۔ آزاد نے منشی محمد فضل الدین صاحب پلیڈر چیف کورٹ پنجاب کے ۲۸۔ اپریل ۱۸۹۳ء کے نوٹس کے بعد اپنے ۵ مئی کے اخبار مین حسب ذیل تحریر چھاپی ہے۔

”ہم کو افسوس ہوا کہ مولوی نذیر احمد صاحب کو ہمارے مضمون سے رنج پہونچا جو ہم نے ۲۰۔ اپریل کو لکھا تھا۔ واقعی ہمارا ارادہ اُن کے دل کو تکلیف دینے کا نہ تھا اور نہ ہم کو اُن سے بالذات کوئی کاوش ہے اور نہ ہونی چاہیے طرز بیان بالفرض تحریر مین اختلاف رائے دوسری چیز ہے اور ذاتی بحث دوسری چیز ہے۔ مولوی صاحب معاف فرمائین ہم در اصل اُس قسم کے حملون کو جو مولوی صاحب کے خلاف سخت زبانی اور سخت بیانی کے ساتھ ہوتے ہین اچھا نہین سمجھتے۔ ہم کو افسوس ہے کہ مسلمانون مین باہم مقدمہ بازی شروع ہو گئی اور آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر کا نام بھی شرکا مین لیا گیا حالانکہ اُن کو جہان تک ہم واقف ہین۔ یہ بالکل غلط ہے۔ خیر۔ کچھ ہی ہو۔ ہم کو اپنے ہر لفظ اور جملے پر جو مولوی صاحب کے لیے دل شکن ہوا ہو سخت افسوس ہونا چاہیے ہم کو اُن کی خدمت مین نیاز ہے اور ہم مہذب شوخی سے زیادہ توہین یا تذلیل خود کرنا درکنار کسی اور جانب سے دیکھنا یا سننا بھی نہین پسند کرتے۔ اگر ہمارے الفاظ سے مولوی صاحب کو رنج ہوا ہو تو اُس سے زیادہ ہم کو فرما نہین ہم سوا اس کے کہ بحث دین اور کچھ نہین کہہ سکتے کہ اختلاف رائے کا شمار ذاتی رنج مین نہین ہے۔ بہر حال ہم کو امید ہے کہ مولوی صاحب معاف فرما دینگے

استغاثہ مولوی نذیر احمد خان صاحب

منقول از رہبر ہند لاہور مطبوعہ یکم مئی ۹۲ء

۲۶ و ۲۷ - اپریل کو بھی مولوی حافظ نذیر احمد خان صاحب کے ہی بیانات قلمبند ہوئے۔ ۲۶ کو یکم مارچ ۱۸۹۲ء کے رفیق ہند کے بارہ صفحے والے مضمون کے چار صفحے طے ہوئے تھے اور ۲۷ کو وہی مضمون ۹½ صفحے تک پہونچا۔

۲۶ کو مولوی صاحب نے بحالت قلمبند کرانے بیانات کے دو ایک مرتبہ پانی پیا۔ اس پر فریق ثانی نے یہ مشہور کیا کہ مولوی صاحب کے حواس باختہ ہو گئے تھے۔ مولوی صاحب عجیب مذاق کے آدمی ہیں۔ ۲۷ - کو اُنھوں نے پانی نہ پیا تھا نہ پیا۔ اُسی روز یکم مارچ ۱۸۹۲ء کے رفیق ہند والا مضمون سنانا پڑا وہ اس لہجے اور طلاقت سے سُنایا کہ حاضرین عدالت بیکر تصویر بن گئے تھے۔ اُسی روز منشی محرم علی صاحب دو تین مرتبہ معتوب ہوئے۔ دو مرتبہ عدالت کی جانب سے عتاب ہوا۔ ایک مرتبہ تو اس جہت سے کہ آپ کرسی پر جلوہ افروز ہو گئے تھے دوسری مرتبہ اس بنا پر کہ منشی صاحب جھک جھک کر عدالت کی تحریر کو دیکھتے تھے تیسری جھڑکی بابو پرسنو رائے صاحب نے انعام کی۔ مولوی صاحب سے کوئی فقرہ چھوٹ گیا تھا مولوی فضل الدین صاحب اور بابو صاحب نے مولوی صاحب کو اس فقرے کے پڑھنے کی تاکید کی۔ اس پر منشی محرم علی صاحب نے وکلاے موصوف کو روکا اور اُنھوں نے منشی صاحب کو خلاف ضابطہ گفت وگو کرنے سے متنبہ کیا۔ منشی صاحب عدالت میں اکثر ہنستے رہتے ہیں۔ خدا کسی دشمن کو یہ حوصلہ نہ دے کہ دیدہ و دانستہ جرم کرے اور مواخذے کے وقت دل زمانے بے پروائی دکھائے۔

۲۸ کو بھی مولوی نذیر احمد خان صاحب ہی کے بیانات قلمبند ہوتے رہے اور بتاریخ مذکور یکم مارچ کا رفیق ہند طے ہوا اور ۸ مارچ کے رفیق ہند کے پانچ صفحے گذارش ہا گئے۔

صلح جو مولوی صاحب کی تکلیف کا بھی اندازہ کریں۔ برابر ۲۵ اپریل سے عدالت میں کھڑے ہیں اور خبر نہیں ابھی کب بیان ختم ہو گا اور پھر کتنے روز جرح میں صرف ہوں گے۔ کون صرف برداشت کرتا ہے اور اس پر یہ تکلیف۔ مگر جو زخم مولوی صاحب کے دل کو آئے ہیں اُن کا درد ذہین کو معلوم ہے اور اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ بڑھاپے میں یہ زحمت گوارا کر رہے ہیں۔ صلح جو صاحبان فقط اتنی بات سے ناراض ہو رہے ہیں کہ ہم نے اُن کو کچھ سمجھایا اور بعض یک صلح کی اصلیت جمہور پر ظاہر کی۔ پس دیکھو تحریرات رفیق ہند جن کی وجہ سے مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے دہلی سے آکر استغاثہ دائر کیا۔ ہمارے نازنین دوست مولوی محمد فضل الدین صاحب وکیل مولوی حافظ نذیر احمد صاحب کی تکلیف کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں جو اُن کے ساتھ چند گھنٹے استادہ ہو کر کام کرتے ہیں۔ یوں تو تمام وکلا کی ہمدردی کا مولوی صاحب کو ممنون ہونا چاہیے مگر مولوی فضل الدین صاحب تو کمال مشقت اُٹھا رہے ہیں۔

۲۹ - اپریل کو بھی مولوی صاحب کا استغاثہ ہی سُنا گیا اور بیان ختم ہو کر جرح شروع ہو گیا۔ مفصل حالات آیندہ درج ہوں گے۔ لیکن سردست اس قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر براون صاحب نے دو تین دن ہی پیروی کر کے منشی محرم علی صاحب کی طرف سے آنا ترک کر دیا تھا اور ۲۹ - اپریل کو بعد دو بجے دن کے رائے بہادر لودھا کشن صاحب کول وکیل نے بھی پیروی سے جواب دے دیا۔ جرح خود منشی محرم علی صاحب نے کیا اور جیسا کہ ہر ایک شخص خیال کر سکتا ہے بوجہ نا واقفیت قانون عموماً سوالات لچر و فضول تھے جس سے عدالت کو تکلیف ہوئی۔ اور آخر دوسرے روز عدالت نے ایسے غیر متعلق سوالات سے تنگ آکر حکم دیا کہ ملزم کوئی وکیل لائے ورنہ سوالات کی اجازت نہ دی جاے گی منشی محرم علی نے لاہور کے دو اور ہندو وکیل کیئے اور ایک دہلی کے مسلمان مولوی کو بھی بلا کر لائے ہیں جو سُنا ہے کہ واپس چلے گئے ہیں۔

آزاد اور خواہش مُعافی

از لکھنو۔ گولاگنج۔ مطبع اخبار آزاد ۔ ۲۱ - اپریل ۱۸۹۲ء

زاد عنایتکم
جناب مولوی محمد شاہ دین صاحب بارسٹر ایٹ لا
جناب مولوی احمد دین صاحب بی - اے پلیڈر چیف کورٹ پنجاب
جناب مولوی محمد فضل الدین صاحب پلیڈر چیف کورٹ پنجاب
جناب مولوی محمد تاج الدین صاحب مختار چیف کورٹ پنجاب

تسلیم۔ آپ کا نوٹس مورخہ ۱۷ - اپریل ۱۸۹۲ء مجھے آج پہونچا۔ میں نے حقیقت میں قصداً کوئی مضمون مولوی صاحب کی توہین کی نیت سے نہیں لکھا ہے۔

اگر آپ نے یا مولوی نذیر احمد صاحب نے کسی مضمون یا کسی جملے کو ایسا خیال فرمایا ہو جو اُن کے کسی اعزاز کے خلاف سمجھا گیا ہو تو آپ براہ مہربانی معاف فرمایئے نہ مجھے پرخاش ہے نہ جناب مولوی صاحب سے کوئی ذاتی عداوت ہے۔ اخباری حیثیت سے اختلاف یا اتفاق یہ ایک ایسی بات ہے کہ جو اکثر پیش آیا کرتی ہے۔ آپ نے اس نوٹس مین کوئی جملہ یا مضمون کوٹیشن کے ساتھ تحریر نہین فرمایا جس کو مین سمجھ سکتا۔ اگر مین فی الواقع کسی بدنیتی سے مولوی صاحب پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا تو مجھے فقط افسوس ہوتا۔ اور اگر اب مجھے معلوم ہو کہ کوئی مضمون اُن کے خلاف شان اور خلاف اعزاز قلم سے نکل گیا ہے تو مین نہایت خوشی سے معافی مانگتا ہون۔ چاہین آپ اس خط کو چھپوا دیجیئے چاہے مجھے تحریر فرمایئے کہ مین آزاد ہی مین شایع کر دون۔ یہ ایک دوسرا امر ہے کہ مولوی صاحب کے طرز بیان سے مجھے اتفاق ہو یا اختلاف مگر فی نفسہ بعض خیالات نے جس طریقے سے مولوی صاحب کی مخالفت کی ہے مجھے اُس کا افسوس ہے۔ ایسا ہو جاتا ہے کہ بالارادہ نہین بلکہ شوخی قلم سے کبھی کسی جملے یا الفاظ مین کرخگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور شاید کسی ایسے ہی جملے یا لفظ سے آپ کو یا مولوی صاحب کو اس قسم کا خیال ہوا ہو مگر چونکہ مجھے سوا اختلاف رائے کے (اگر ہو) کوئی پرخاش یا عداوت یا بدنیتی اور بددیانتی کے ساتھ کوئی توہین مولوی صاحب کی مدنظر بھی نہ تھی۔ اس سبب سے مجھے خواہ اپنے قلم پر اور اپنے دل و دماغ پر سوا افسوس کے اور کوئی وجہ اس حالت مین نہین ہو سکتی ہے جب کہ حقیقت مین مجھے لغزش ہوئی ہو اور جو انسان سے ہو جانا کچھ بعید از قیاس نہین ہے مگر مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس سے آگاہ فرمایئے اور جس طرح میرے واقف ہونے پر آپ جیسا خیال فرمایئے اُس کی تردید کر دون یا معافی چاہون

آپ کا خادم۔ احمد علی اڈیٹر اخبار آزاد۔

از دفتر منشی محمد فضل الدین پلیڈر چیف کورٹ پنجاب مورخہ ۲۰- اپریل ۹۲ء

منشی احمد علی صاحب شوق مالک و اڈیٹر وغیرہ اخبار آزاد لکھنؤ۔

آپ کا خط مورخہ ۱۲ ماہ حال رجسٹری شدہ بجواب نوٹس مورخہ ۱۰ ماہ حال موصول ہوا۔ آپ جیسے مہذب۔ فہمیدہ۔ اور زبان دان شخص سے سخت تعجب ہے کہ آپ میرے قلم سے اُن نامناسب اور ننگ آمیز الفاظ کا اعادہ چاہتے ہین جو آپ نے اپنے اخبار ۸- اپریل ۹۲ء مین جناب مولانا مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی کی شان مین تحریر کیے ہین۔ بہرحال نقل کفر کفر نباشد

آپ کے الفاظ یہ ہین۔ "ہمارے گروہ مین اُن کو بادفروش سے زیادہ کوئی عزت حاصل نہین ہے"۔ (وہ ہمارا صوبہ) "نذیر احمد جیسے لغو بیان فضول گو اور بدمذہب آدمی کو کبھی اس عزت کا مستحق نہین سمجھتا کہ اپنے گروہ مین جگہ دے۔ لیڈر بنانا تو بڑی بات ہے"! آپ نے مولوی صاحب کو بادفروش۔ لغو بیان بدمذہب اور بے عزت لکھا اور پھر آپ پوچھتے ہین کہ میرے کس لفظ اور کس جملہ سے مولوی صاحب کی توہین ہوئی۔ یہ آپ کا خط مین مولوی صاحب کی خدمت مین پیش کرنے کی جرأت نہین کر سکتا۔ کیونکہ اس مین مولوی صاحب کی توہین وازالہ حیثیت عرفی کی متعلق تلافی نہین۔ اُن کو آپ نے صرف بازاری گالیان دینے سے محفوظ رکھا ہے ورنہ جیسے ناسون کی زبان سے جو توہین سرزد ہو سکتی ہے وہ آپ کر چکے ہین۔ آپ کو اپنے کل الفاظ توہین آمیز کی اپنے ہی اخبار مین ویسے ہی زبردست الفاظ مین تردید کرنی اور آن کو بہ خفا معافی مانگنی چاہیے اس کے بعد مین آپ کی معذرت کے قبول کیے جانے کے لیے سعی کرون گا۔ اور آپ نے ننگ مین محمڈن ایسوسی ایشن کے رزولیوشن کی نسبت جو ایک نامناسب بالکل جھوٹا لفظ اپنے اخبار مین استعمال کیا ہے اور اُس سے ابھی کچھ بحث نہین۔ اب صرف آپ کے جواب کا انتظار ہے۔ نہ مولوی صاحب کی طرف سے ارجاع نالش کی اجازت وکلا کو مل چکی ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کی نسبت ایسے لفظ استعمال کرے جو آپ نے جناب مولانا مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی کی شان مین کیے تو جو تلافی آپ اس سے چاہتے اُس سے زیادہ آپ سے مولوی صاحب کو طلب کرنے کا حق ہے۔ اور اُس سے کم وہ ہرگز رضامند نہین ہو سکینگے۔ واضح رہے کہ مین اس تحریر کی رو سے کوئی وعدہ نہین کر سکتا کہ مولانا صاحب ضرور آپ کی معذرت کو تسلیم کرین گے۔ لیکن کافی معذرت کے آنے پر مین مولانا صاحب سے التماس کرون گا اور یقین ہے کہ میری التماس قبول ہوگی۔ آپ کا خط حسب تحریر آپ کے مین نے اخبار ز سبز ہند مین شایع ہونے کے لیے بھیج دیا ہے۔

ہیضہ کا ٹیکہ۔ آج کل یورپ سے ایک ڈاکٹر ہندوستان مین آئے ہوے ہین جنھون نے ایک نیا امر تحقیق کیا ہے یعنی چیچک کے ٹیکے کی طرح ہیضہ کا ٹیکہ ایجاد کیا ہے۔ ہندوستان کے بعض شہرون مین وہ ٹیکہ لگا رہے ہین اور اپنی اس سچائی کا امتحان کر رہے ہین مگر جیسے چیچک کے ٹیکے کے اثر اور فائدے کو معلوم کر لینا آسان تھا ویسے ہیضے کے ٹیکے کا نتیجہ معلوم کر لینا آسان نہین۔ تاہم ٹیکہ لگنے کے بعد بیماری کی نسبت سے کچھ اندازہ ہو سکیگا۔

اخوان الصفا

— اخوان الصفا کے جلسہ منعقدہ ۵ فروری سنہ حال میں ایک اردو مضمون بالکل نئے طرز کا پڑھا گیا۔ آج تک جس قدر مضامین اخوان الصفا میں پڑھے جا چکے ہیں گو مختلف قسم کے تھے مگر کسی شخص کی سوانح عمری کسی مضمون میں نہ تھی۔ اب کی بار یہ مفید طریقہ تصنیف بھی اخوان الصفا میں اختیار کیا گیا۔ یہ عطیہ ہمارے معزز مولوی **خلیل احمد** صاحب کا ہے۔

کسی نامور شخص کی زندگی کے حالات اگر بچیرل طور پر دکھائے جائیں تو بہت کچھ اثر ڈالتے ہیں اور ترغیب دلاتے ہیں کہ ایسا ہی دوسروں کو بھی کرنا چاہیئے۔ مولانا حالی حیات سعدی کے دیباچہ میں فرماتے ہیں "بیوگرفی اُن بزرگوں کی ایک لازوال یادگار ہے جنھوں نے اپنی نمایاں کوشش سے دنیا میں کمالات اور نیکیاں پھیلائی ہیں۔ اور جو انسان کی آیندہ نسلوں کے لیئے اپنے مساعی جمیلہ کے عمدہ کارنامے چھوڑ گئے ہیں۔ خصوصاً جو قومیں علمی ترقیات کے بعد پستی اور تنزل کے درجے کو پہونچ جاتی ہیں اُن کے لیئے بیوگرفی ایک تازیانہ ہے جو اُن کو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ جب اپنے اکابر اور اسلاف کی زندگی کے حالات اور اُن کے کمالات دریافت کرتے ہیں تو اُن کی غیرت کی آگ حرکت میں آتی ہے اور اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال اُن کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے دنیا میں اکثر لوگ ایسے گذرے ہیں جنھوں نے بڑے بڑے آدمیوں کی زندگی کے حالات صرف کتابوں میں پڑھ پڑھ کر اپنے تئیں انسانیت کے اعلی درجے تک پہونچایا تھا" خصوصاً ایسے ایک شخص کی مختصر لائف جیسا کہ حکیم موفق الدین عبد اللطیف بغدادی تھا ہر پہلو سے ایک نیا رنگ دکھاتی ہے جو خوشنما اور پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لائف پر ہم چند مختلف طور سے نظر ڈالتے ہیں۔

(۱) جس زمانے میں یہ حکیم تھا کیا طرز پڑھائی کا تھا جس سے عمق تبصر تبحر پیدا ہوتا تھا۔

(۲) اس کے ہم عصر کیسے صاحب کمال تھے۔

(۳) اس حکیم کی تصانیف کیا ہیں اور کس فن میں زیادہ ہیں۔

۴۔ پند و نصائح جو اس حکیم نے اپنے تجربے سے حاصل کیئں اور جن پر عمل کرنے کے لیئے دوسروں کو ہدایت کی ہے انھیں امور کو منقح طلب قرار دے کر مضمون مذکور میں سے مختلف مقامات اس کے متعلق درج کرتے ہیں

(۱) یہ شخص (حکیم موفق الدین عبد اللطیف بن یوسف بن محمد بن علی ابن ابو سعد المعروف بابن اللباد) ۵۵۷ھ ہجری میں شہر بغداد میں پیدا ہوا۔ قدرتی انعامات کے بعد سب سے اول ہستی انسانی کا قیمتی عطیہ اس کے لیئے یہ تھا کہ وہ افضل الفضلا شیخ ابو النجیب کی خدمت میں اوقات بسر کرنے لگا۔ اُن کے اعمال اور حرکات سے وہ بالمشافہہ علمی طور پر تعلیم پاتا رہا اور اُس کی خانگی زندگی بھی اس وجہ سے کہ اُس کا خاندان بغداد کی علمی شہرتوں سے فیض یاب تھا اس کے حق میں بہت کچھ موجب ترقی ہوئی۔ اس لیئے کہ اس کا باپ یوسف مدرسہ نظامیہ کا ایک کامیاب طالب علم تھا اور ہمیشہ علم حدیث کے تذکروں میں اس کا شغل رہتا تھا اور اُس کا چچا سلیمان بھی علم فقہ میں معمولی نصاب سے زیادہ کمال رکھتا تھا ان تمدنی اثروں نے ابتدا اُس کی زندگانی پر اپنا پاکیزہ پرتو ڈالا جس کا نتیجہ تھا کہ اُس کی طبیعت کا پورا میلان پوری ہمت اور استقلال کے ساتھ علمی شاہراہ کے طے کرنے کی طرف ہو گیا۔

اس نے اپنے باپ کی رہبری سے علمی مرحلوں میں پہلے قدم رکھنا شروع کی اور اس مصروفیت سے وہ اس میں محو رہا کہ اُس کی تمام سرگرمی کا رُخ تحصیل علم نے اپنی طرف پھیر لیا تھا۔ خط اور حفظ قرآن سے فارغ ہوتے ہی جب وہ نحو اور علم فقہ کو پڑھ چکا تو باپ اُس کو علم ادب اور حدیث کی ایک وسیع قابلیت کے نصاب کو طے کرنا پڑا۔ علم ادب میں اُس نے الفصیح۔ مقامات۔ دیوان متنبی کو پڑھ لیا۔ اس کے باپ نے علامہ کمال الدین عبد الرحمن انباری کی درس گاہ میں اسے داخل کر دیا......

شیخ نے جب اُس کو اپنے علوم کے قابل نہ پایا اس کے باپ سے مشورہ کیا کہ ابھی اس کو ہمارے شاگرد وجیہ واسطی کے سپرد کرو جب معتدبہ قابلیت ہو جائے گی ہمارے پاس پڑھا کرے گا صبح سے شام تک نہایت لطف آمیز تقریروں سے (وجیہ واسطی کی خدمت میں جو رئیس الروسا کے بیٹے کو مسجد ظفریہ میں درس دیا کرتے تھے) استفادہ کرتا رہا اُنھوں نے چند شروح اس کو مطالعہ کے لیئے دے دی تھیں۔ اور لا وہ ان سب کے مطالب کا پورا حل کرتے اور آخر میں درس کے وقت خاص اپنی

شرح کے فوائد بیان کرتے۔ اور جب مدرسے سے باہر نکلتے تو راستہ میں برابر اُس کے مالہ و ماعلیہ بیان کرتے رہتے۔ مکان پر پہونچنے کے بعد اپنے سبق کی کتابیں نکالتے اور یہ دونوں اُن کو حفظ کرتے تھے اور شیخ کے پاس جاکر درس لیتے اور شیخ اس کے متعلق جو جو تشریح کرتے یہ اُس کو سنتا رہتا۔ ایک زمانہ ایسی حالت مین گذرا۔ ہمیشہ حافظہ میں ترقی ہوتی جاتی تھی اور ذکاوت بتدریج بڑھتی چلی جاتی تھی اُس نے ابتدا آٹھ مہینے کی محنت میں لمعہ کو حفظ کرلیا۔ اور جو لوگ اُس کی شرح پڑھتے تھے اُن کے ساتھ ساتھ اُس کا سماع کرلیا اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ مکان پر اُس کی متداول شرح جیسے شرح الثمنین اور شرح شریف ابن حمزہ اور شرح ابن برہان وغیرہ کو خود مطالعہ کیا اور ہمیشہ اس مین خوض کیا کرتا اور لوگوں کی جماعت بھی اُس سے استفادہ کیا کرتی تھی۔ اُن کے سامنے اُس کو مطالب کی تشریح کا خوب موقع ملتا تھا ایسی محنتوں اور تفتیشوں نے اُس کے اندر ایک ایسا ملکہ پیدا کر دیا کہ وہ ایک ایک باب کے متعلق چند شرح کرتا اور ہنوز اس کی معلومات ختم نہوتی۔ اس کے بعد ابن قتیبہ کی کتاب ادب الکاتب کو خوب ضبط سے حفظ کیا۔ نصف اول کئی مہینے مین یاد ہوئی۔ اور تقویم اللسان کے حصہ مین صرف چودہ روز صرف ہوے۔ پھر ابن قتیبہ کے مشکل القرآن اور غریب القرآن کو حفظ کیا یہ چند روز مین منضبط ہوگئین اس کے بعد اُس نے ابو علی فارسی کی ایضاح کو چند مہینے مین حفظ کرلیا۔ اس کی شرح کو نہایت محنت سے مطالعہ کیا اور تمام شروح کے مطالب کو محفوظ کرلیا۔ اور اُس مین اس نے بخوبی تجربہ پیدا کرلیا۔ اس کے بعد مبسوط اور مختصر کتابوں کا مسلسل مطالعہ کرتا رہا۔ اور مبرد کے مقتضب اور کتاب ابن درستویہ پر پوری توجہ کی اور ایک زمانے تک اُس کو ضبط کرتا رہا۔ اس عرصہ مین اگرچہ بہت سے وقت کا حصہ ادبیات مین صرف ہوتا تھا لیکن وہ حدیث و فقہ کی تکمیل سے بھی غافل نہ تھا۔ اس مشہور مدرسہ دار الذہب مین جس کی بنا کی عزت فخر الدولہ ابن مطلب کو حاصل تھی وہ شیخ ابن فضلان کی خدمت مین بالالتزام حاضر ہوتا رہا۔ اور علامہ کمال الدین کی اکثر تصانیف کو ایک غائر نظر سے عبور کرگیا۔ بعضوں کا سماع کیا اور بعضوں کو قرأۃً خود طے کرگیا اور بعضوں کو حفظ کرلیا۔ اس شیخ کی تصانیف مختلف علوم کی تحقیقات کا مجموعہ تھین۔ فقہ۔ اصول۔ زہد کے بلند ترین حقائق اس مین بیان کیے گئے تھے اور اس شیخ نے دو اور عجیب تصنیفوں کی بنا رکھی تھی ایک لغت مین دوسری فقہ مین۔ لیکن ان کے تمام کرنے کا موقع نہ مل سکا اسی عرصہ مین اس نے کتاب سیبویہ کا ایک حصہ شیخ کی خدمت مین حفظ کیا اور مقتضب کے متعلق تحقیقات کا ایک بڑا خزانہ جمع کرلیا۔ اسی عرصہ مین شیخ کا انتقال ہوگیا اور اس کے بعد اُس نے کتاب سیبویہ کی مع اُس کی شرح کے تکمیل کی اور اب اُس نے علامہ عبید اللہ کرخی سے درس شروع کیا اور ابن السراج کی کتاب الاصول اور فرائض اور خطیب تبریزی کے العروض کو مکمل کرلیا۔ اور اس کو یہ بھی موقع ملا کہ کاتبہ مشہدہ بنت الہری کی مشہور درس گاہ مین جس کے حق مین مورخین نے لکھا ہے کہ "جمع الاصاغر و الاکابر" ابن خشاب معانی الزجاج کا اس علمہ سے درس لیتے تھے ان کے ساتھ یہ حکیم بھی سماع کیا کرتا تھا۔

موفق الدین کہتا ہے کہ میرے دل کو علمی شوق نے ایسا اپنا اسیر کرلیا کہ تمام زندگی کی کیفیتوں حتی کہ خورد و نوش سے بھی طبیعت نے رخ پھیر لیا۔ اور دفعۃً حکماء اسلام کی تصانیف پر ٹوٹ پڑے۔ امام غزالی کے مقاصد الفلاسفہ۔ معیار میزان۔ محک النظر کو اُس نے خوض سے دیکھا اُس کے بعد بوعلی سینا کے تمام درک پر عبور کیا۔ کتاب النجاۃ کو پورا حفظ کرلیا۔ اور شفا کو اپنے دست قلم سے لکھا اور ایک ایک مسئلہ پر کافی بحث کی۔ بہمن یار ابن سینا کے مشہور شاگرد کی کتاب تحصیل کو لکھا۔ اور اُس کو خوب سمجھا۔ ابن جابر اور ابن وحشیہ کی تصانیف نے کیمیا کی تجربوں کے عمل مین جس قدر اس کا عزیز وقت ضائع ہوا اور ناکامی پر اُس کا خاتمہ ہوا۔ اُس کا یہ حکیم نہایت ہی افسوس کرتا ہے۔ لیکن یہ بھی اس کی بصیرت کی چالاکی تھی جس نے اس گمراہی پر اُس کو مطلع کردیا وہ اس گمراہی کا ہادی بوعلی سینا کو بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ زیادہ تر دھوکے مین ڈالنے والا اُس کا وہ رسالہ ہے جس کو کیمیا کی صنعت مین اُس نے تصنیف کیا ہے اور یہ دعوی کیا ہے کہ وہ فلسفہ کا جزو مہتم ہے حالانکہ اس کی تمامیت سرتاپا نقص ہے۔

۲۔ اُس کے ہم عصر کیسے صاحب کمال تھے۔

دمشق اُس عہد مین عروس الدنیا تھا۔ الملک الناصر صلاح الدین

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی فیروز مندی کا قرن تھا اداب سلطنت کے ساتھ اخلاق نبوت کا اُس پر پرتو پڑا ہوا تھا۔ وہ جیسے یورپ کی فتوحات میں مشہور تھا ویسے ہی علمی فتوحات میں سب سے تیزگام تھا۔ اگرچہ اُس کی پاکیزہ اور نامور عمر کا بڑا حصہ اسلامی جنگ آزمائیوں میں گذرا تھا لیکن انسانی تربیت کے اصول قائم کرنے میں اُس کو نہایت سرگرمی تھی وہ اُس کے نزاعی معدن سے ایسے ہی محفوظ تھے جیسے دریا کا قیمتی خزانہ ہوا کے تند جھوکوں اور دریا کے امواج لہروں میں محفوظ تہ خاموشی میں تربیت پاتا رہتا ہے اُس کے عہد تربیت میں روحانی اور دماغی فضائل دنیا کی تربیت کے لیے آفتاب کی کرنوں کا کام دے رہے تھے۔ اُس کی فیاض نیکیوں نے شرقی اور غربی دنیا کے فضل اور اہل فضل سے ملک شام خصوصاً دمشق کو ایسا مرصع بنا دیا تھا جیسے کسی زیبا عروس کو جواہر نگار زیوروں سے آراستہ کرتے ہیں۔ دمشق سے اس حکیم نے بیت المقدس کی طرف رحلت کی اور وہاں سے مکہ پہونچا اور بہاؤالدین ابن شداد قاضی لشکر سے ملاقات ہوئی۔ موصل کے قیام کے زمانے میں اُس کی دور دور شہرت ہو گئی تھی۔ وہی شہرت معرفی کے لیے کافی ہو گئی اور انھوں نے نہایت خوش دلی سے ملاقات کی اور بعد ملاقات کے کہا کہ آیئے عماد کاتب سے ملاقات کریں۔ عماد کا خیمہ قریب ہی تھا وہاں پہونچے۔ اُس یگانہ دہر کو اس حکیم نے دیکھا کہ خط ثلث میں بغیر مسودے کے ایک فرمان لکھ رہا ہے اُس نے کہا کہ یہ فرمان تمھارے دشمن کو لکھ رہا ہوں اور اثنائے تحریر ہی میں علم کلام کے مسائل میں مجھ سے گفت و گو کرتا رہا کہنے لگا کہ چلو قاضی فاضل سے ملیں اُس نے وہاں جا کر دیکھا ایک شخص سرتاپا دل و دماغ ہے۔ خود لکھ رہا ہے اور برابر دو ہیروں کو بلا توقف لکھواتا جاتا ہے۔ اُس کی بدنی حرکات میں بلا کی برقیت تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر ہر عضو میں تحریر کی جنبش ہے۔ اسی اثنا میں مجھ سے کہا کہ حتی اذا جاءوہا و فتحت ابوابہا وقال لہم خزنتہا میں جواب اذا کا کیا ہے۔ و لو ان قرآنا سیرت بہ الجبال میں لو کا جواب کہاں ہے اور بہت سے مسائل دریافت کیے اور سلسلہ تحریر میں کسی قسم کا توقف نہیں ہوا۔

مصر میں تین شخصوں کی ملاقات کا اُس کو نہایت شوق تھا (۱) یسین سیمیائی (۲) موسیٰ ابن میمون یہودی (۳) ابو القاسم شارعی یاسین سے حکیم ملا۔ لیکن اُس کی شعبدہ بازی اور راستبازی کی خوبی نہ ہونے نے متنفر کر دیا۔ یہ یاسین شاقانی کو کہتا تھا کہ یہ بڑا کیمیا دان ہے اور شاقانی اُس کو کہتا تھا کہ یہ سیمیا کے دقائق سے خوب واقف ہے۔ اور سعادی اشعد اس نے یاسین کی ستائش میں یہاں تک مبالغہ کیا تھا کہ ابن عمران موسیٰ علیہ السلام بھی ایسے ایسے کرتب نہیں کر سکتے تھے۔ یہ تمام دریائے نیل کو ایک خیمہ کی صورت میں بنا دیتا ہے اُس میں جلوس کرتا ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہم نشین ہوتے ہیں۔ موسیٰ ابن میمون بھی اِس کی ملاقات کو آیا۔ یہ حکیم اُس کی فضائل کی تعریف کے بعد کہتا ہے کہ وہ ریاست کا شائق تھا۔ دولت مندوں کی خدمت میں رہنا بہت پسند کرتا تھا۔ اگلے قرن میں دولت مندی کو علمی زوال کی اسباب میں سے شمار کرتے تھے۔ بو علی سینا کی حکیمانہ قابلیتوں پر بھی یہ نکتہ چینی کی گئی ہے ہمارے زمانے نے اس خیال کو معکوس کر دیا ہے۔

یہ حکیم ابو القاسم شارعی کی تقریب ملاقات کو بڑی عظمت اور وقعت سے بیان کرتا ہے کہ میں مسجد میں درس دے رہا تھا۔ اُس حلقے میں کثرت سے لوگ جمع تھے۔ دفعۃً ایک شخص جس کے لباس میں کسی قدر کہنگی تھی لیکن چہرہ نہایت تاب ناک تھا معقول صورت۔ آتے ہوے معلوم ہوے سب پر اُن کی ہیبت نے اثر کیا۔ لوگوں نے اُن کو سب سے صدر موقع پر بٹھا دیا۔ میں اپنی گفت و گو کے ختم کرنے میں مصروف رہا مجلس کے ختم ہونے کے بعد مسجد کے امام نے مجھ سے کہا کہ تم ان شیخ کو جانتے ہو یہ شیخ ابو القاسم شارعی ہی ہیں۔ میں فوراً کھڑا ہو گیا اور معانقہ کیا۔ میں نے کہا کہ آپ کا میں نہایت مشتاق تھا۔ اُن کو میں اپنے مکان پر لے آیا اور ہم نے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد علمی تذکرے شروع ہوے۔ اُن میں باطنی اور ظاہری خوبیاں اتنی جمع تھیں کہ گویا کما تشتہی الانفس و تلذ الاعین کے مصداق تھے۔ حکیمانہ سیرت۔ کمالات علمیہ کی محویت نے دنیا کے تعلقات سے بیگانہ کر دیا تھا۔ اُن کی خدمت سے میرے خیال میں یہ بات راسخ ہو گئی ہے کہ علم حکمیہ کے شعبوں کو بو علی سینا کی محنت نے یک جا جمع کر دیا ہے۔ اُس کی واقفیت نے ان علوم کو یہ کمال تک پہونچا دیا۔ لیکن اس ابو القاسم کی تقریروں نے جو علم حکمیہ کے متعلق تھیں مجھ پر منکشف کر دیا کہ علاوہ ابن سینا کی معلومات کے

ان علوم کے متعلق ایسے ذخیرے ہین کہ شیخ کے علم کے پورا ہونے مین ابھی بہت سے حصہ کی ضرورت ہے۔ اس لیئے کہ یہ حکیم قدیم حکماء اور فارابی کی معلومات سے پورا فائدہ اُٹھا چکا تھا اگرچہ مین مجدد دانہ تقریر اور خوش ادائی سے اُس پر غالب آتا تھا لیکن اُس کی معتدلانہ طاقت اور روشن بیانی مجھ کو مغلوب کر دیتی تھی۔ رفتہ رفتہ اُس کی رہنمائیون نے مجھ کو جدید معلومات کی طرف کھینچ لیا اور ابونصر، سکندر رومی، تمیطیاس کی تصانیف کے مطالعہ کا مین اپنے اندر میلان پانے لگا۔

یہ حکیم ایک ذخیرۂ قدما کی تصانیف کا جتنا اُس کے امکان مین تھا ہمراہ لے کر بیت المقدس کو اس غرض سے چلا کہ اُس فاتح مقدس بادشاہ کی زیارت کرے۔ وہ کہتا ہے کہ مین نے صلاح الدین کو دیکھا۔ اُس کے چہرہ میں عظمت کے ایسے نشانات تھے کہ دیکھتے ہی دلون مین اُس کا رُعب معلوم ہوتا تھا۔ ویسے ہی اُس کی زیارت دلون کو محبت کے ولولے سے مملو کر دیتی تھی۔ وہ باوجودے کہ نہایت دور دست تھا لیکن جسمانیات کے لحاظ سے وہ دلون سے بہت قریب تھا۔ اُس کے تمام ہمراہی فضائل مین اُس کے ہمرنگ تھے سب کے قدم خوبیون کی طرف یکسان بڑھتے تھے اور سب اس آیت کے مصداق تھے کہ نزعنا ما فی قلوبہم من غل۔

اول شب جب اُن کی خدمت مین حاضر ہوا تو دیکھتا ہون کہ ایک بڑی محتشم مجلس منعقد ہے۔ ہر قسم کی علمی جماعتین وہان مختلف علوم کے مذاکرون اور بحثون مین مصروف ہین۔ جام دستور کی جگہ وہ مجتنی گروہ علمی مشکلات کے حل کرنے مین مصروف تھا۔ بادشاہ جیسے دن مین ہتھیار دن کا مالک تھا ویسے ہی اس وقت علمی مجمع مین سب کا ہمنوا تھا۔ شہر پناہ اور خندق کی تیاری مین وہ بدرجۂ غایت مصروف تھا عجیب عجیب نکتے اُس کے متعلق بیان کرتا تھا اُس کی خدمت اسلام کے لیئے بے دریغ تھی طلوع آفتاب سے خندق کے نظم مین مصروف ہوتا تھا اور اپنے شاہی دوش پر پتھرون کو اُٹھا اُٹھا کر لاتا تھا اور امیر و غریب ضعیف و قوی عالم و جاہل ایک سے اخلاص سے اس مقدس اور مبارک کام مین تن دہی کرتے ہوئے نظر آتے تھے حتیٰ کہ وہ دنیا کا دبیر عماد کاتب اور وہ مدبر یگانہ قاضی فاضل بھی ایسی خدمت مین سب کے شریک تھے ظہر کے وقت تک ہی اُس کی قومی و مذہبی خدمت برابر جاری رہتی تھی ظہر کے وقت وہ مکان پر واپس آتا اور کھانے سے فارغ ہو کر کسی قدر استراحت کرتا اور عصر کے وقت اُنھین مشغلون مین واپس آتا۔ شب کے وقت کا اکثر حصہ اُن امور کے انصرام اور تدابیر کے لیئے تھا جو دوسرے روز کی محنتون سے متعلق ہوتے تھے

سنہ ۶۰۴ ہجری مین دمشق کی قدیم الفتون نے (اس حکیم کو) اپنی طرف جذب کر لیا۔ وہان اس نے اکثر علوم کی تحقیقات سے بکثرت لوگون کو نفع پہونچایا اور چونکہ دمشق مین نورالدین زنگی کے سراپا برکت عہد نے ایک شاہی ایوان کے ہمرتبہ دارالشفا و بیمارستان کبیر کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور وہ بیمارستان علاوہ طبی تحقیقات کے اس علم کی تمام عقلی تحقیقات جدید و قدیم کا مرکز تھا اور تمام حصون مین اُس کی بارد اور شاخین قائم تھین اس لیئے اس حکیم نے تدریس اور تصنیفات کی طرف زیادہ توجہ کی اور اُس کی علمی شہرت نے طبیبون پر اپنا نقش جما دیا اس سے پہلے وہ اس علم کی تحقیقات کے لیئے ایسا مشہور نہ تھا۔

(۳) حکیم عبداللطیف کی تصانیف۔

اُس کی تصانیف کے سلسلے مین دینیات۔ تاریخ۔ ریاضی۔ علم کلام۔ طب۔ منطق۔ فلسفہ۔ اور اور مفید تحقیقین ہین۔ ادب مین چودہ تصنیفین ہین جن مین سے کتاب ذیل الفصیح۔ شرح مقصورۂ بانت سعاد۔ کتاب قوانین بلاغت۔ شرح الخطب النباتیہ ہین۔ نحو مین کتاب الالف و اللام مسئلۂ نحویہ۔ مجموعۂ مسائل نحویہ و تعالیق۔ کلمہ اور کلام کی بحثون مین ایک مقالہ۔ ادب کے شعبون سے نحو ایک معمولی قوانین کا نام نہین ہے بلکہ اُس کی روایت کے متعلق عربی ادب مین ایک محیط نظر کی ضرورت ہے اور اس کی درایت کے لیئے اُس کے سلسلۂ انتظام مین ایک فلسفیانہ خوض مطلوب ہے۔ اُس نے ادب کے شعبون مین اُنھین تحقیقات پر اکتفا نہین کیا جتنا انسانی دماغون سے قریب کر لینا آسان ہے بلکہ اُس نے لغتون کی تولید کے راز معلوم کرنے مین غور کیا اور اُس مین ایک رسالہ لکھا۔

دینیات مین گیارہ تصانیف ہین من جملہ اُن کے صحیحین کی احادیث مخرجہ۔ شرح الحدیث المسلسل۔ الواضحۃ فی اعراب الفاتحہ ہین۔ چونکہ یہ حکیم حکمت اور متکلم ہونے کے بوقلمون لباس مین تھا اور غیر مذہب

والوں کے لیئے داعی اسلام بھی تھا اس لیئے ضرور تھا کہ مذہب کے دقیق مسئلوں کو میزان حکمت میں موازنہ کرے اور شرح کو عقل اور طبیعت سے انطباق دے۔ اس کی شہادت اُس رسالے سے ملتی ہے جو اُس نے اس تحقیق میں ترتیب دیا کہ حیوان کے قتل اور ذبح میں کیا فرق ہے اور یہ فرق جیسے شارع کی نظر میں ہے طبیعت اور عقل کی نظر میں بھی ہے یا نہیں۔ اس سے اس مسئلے کے حل کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔

علم کلام میں عبداللطیف کی تصانیف کی تعداد چھ ہے جن میں سے قدر کے مسئلے کی تحقیق۔ الکلام فی الذات والصفات۔ کتاب الملل و النحل ہیں۔ ریاضی میں بھی اس کا درجہ مصنف کے پایہ تک ہے۔ دو کتابیں اس علم میں بھی تصنیف کیں۔ تاریخ میں بھی چند تصانیف سے آپ کو مورخین کے طبقے میں شامل کیا۔ اپنی سوانح عمری کو شرف الدین یوسف اپنے بیٹے کے لیئے ترتیب دیا۔

فن طب میں اُس کی کوششیں متلاشی کی آنکھ کو خیرہ کرتی ہیں ان سے جیسا کہ اُس کی محنتوں کا اندازہ ہوتا ہے ایسے ہی اُس زمانہ کے تمدن کا بھی پایہ معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر وسیع تھا نظریات اور عملیات میں اُس کی تصانیف ستیتیس ہیں جن میں مفصلہ ذیل شامل ہیں ایک رسالہ نباتات کے منافع کے متعلق۔ حیات کی تقسیم اور اُن کی تولید کے اسباب۔ بحران کی حقیقت میں ایک رسالہ۔ ریوند چینی کی تحقیقات میں ایک مستقل رسالہ۔ گیہوں کی تحقیق میں ایک مقالہ۔ طب کی تعریف میں ایک مقالہ۔ اس فن کی ابتدا کرنے والے کے متعلق ایک رسالہ۔ اگرچہ ان تمام کوششوں میں اُس کی ترقیات کا نشان نظر آتا ہے لیکن اُس کی کامل فوقیت کا اندازہ اُس خوض سے ہوتا ہے جو اُس نے قانون شیخ کی مباحث میں کیا۔ اس عمدہ تالیف کی جامعیت اور خوبی تعبیر نے تمام طبی قلمرو میں اپنا سکہ جاری کر دیا تھا۔ اس فن میں پوری واقفیت کا معیار اسی قانون کی نظریات اور معالجات کے مطالب کا استقصا تھا۔ اس کی شہرت کو علامہ قرشی ملقب بجالینوس ثانی نے اور بھی مسنیر کر دیا تھا۔ یہ قانون کی خوبیوں کے پیش کرنے سے نہیں ہوا بلکہ اُن اعتراضوں کی بوچھاڑ سے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اس حملے نے جانبازی مشاہیر حکما کی رگوں میں حمیت کا عجیب طرح جوش بھر دیا۔ چنانچہ علامہ گیلانی بہاؤالدین آملی۔ امام رازی وغیرہ نے اس جالینوس کی بنیاد قائم رکھنے میں حد بلوغ تک کوشش کی۔ تاہم نصف کے قریب اعتراضات پس پردہ باقی رہ گئے اُس تلاطم سے سب کے دماغوں میں گردش تھی۔ اس حکیم نے اس وقت میں شیخ کے اعزاز گھٹانے کا خوب موقع پایا اور اپنی قوت تحقیقات سے اُس کی آزمائش کی اور امام رازی کی اُن خطاؤں کا انکشاف کر دیا جو اُن سے قانون کی شرح میں سرزد ہوئی تھیں۔ اس کتاب کو اُس نے حکیم ابن خلیفہ کی فرمائش سے تالیف کیا اور شہر حلب میں بلاد روم کی واپسی کی مہلت میں اُس کو مرتب کیا اور ابن سینا کے رتبہ کم کرنے میں اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حکیم ابن جمیع کے حواشی کا بھی تعاقب کیا۔ جو قانون پر لکھے گئے تھے بہرحال اُس نے قانون کو اُسی معیار پر کہا جس پر ابن زہیر اندلسی نے کسا تھا اور منسر کی کی تضعیف پر اُس کو مجبور کیا تھا۔

منطق میں اُس کی حکیمانہ نظر کے انتہائی اثر پائے جاتے ہیں۔ اس فن میں مختلف تصانیف ہیں جو تعداد میں گیارہ ہیں ۔۔۔۔۔ اس فن میں بھی اُس نے ابن سینا کی شہرت کو روکنا چاہا اُس کے اس اعتقاد کے بے بنیادی ثابت کرنے میں کہ ایسے شرطی قیاسات نکل سکتے ہیں جن کے نتیجے شرطیات ہوں ایک رسالہ لکھا۔ اور اسی غرض سے دو اور رسالے ترتیب دیئے

چونکہ منطق کا مفید علم غور و فکر کی تصویر ہے دقیق مواد اور اُن کی ترتیب کے صحیح معیار صرف فطرت سلیم ہے جو لوگ کہ صرف کتابی منطقی ہوتے اور اُس کے قدرتی فیضان سے عاری ہوتے ہیں تو اُن کا ذہن اُس پرند کے مشابہ ہوتا ہے جو قفس میں محبوس ہو۔ اور تیلیوں میں پر مار رہا ہو۔ اس لیئے ایسے ذہنوں کی رہبری کے لیئے اُس نے ایک رسالہ ایسا تصنیف کیا جس میں اس علم کے استعمال کرنے کے صحیح طریقے شامل ہیں۔ موفق الدین دمشقی لکھتا ہے کہ مصنف نے بلاد روم سے میرے پاس یہ رسالہ بھیجا۔

اس نے فلسفہ کے شعبوں میں اپنی اعلیٰ ترین زندگی کے چیدہ حصے میں خوض اور ذہانت زیادہ تر صرف کی بیس سال کی مسلسل محنت

سے ایک بڑا ذخیرہ طبعیات اور الٰہیات مین مرتب کیا۔ دس جلدون مین وہ پورا ہوا۔ اور بہت سی کتابین اس فن کی لکھین جن کی تعداد اکیس سے کم نہین ہے۔ ازان جملہ چند کتابین یہ ہین۔ تین جلدین سماع سے حس و محسوس کی بحث تک۔ دو جلدین سماع الطبیعی کے متعلق۔ ایک مستقل کتاب سماع طبیعی سے کتاب النفس تک۔ المختصر فیما بعد الطبیعۃ حواس کی بحث پر دو رسالے۔ معدنیات کی تحقیقات اور کیمیا کا بطلان۔ حکمت عملی مین ایک رسالہ السعدۃ فی اصول السیاست۔

ان کے علاوہ اور مفید مضامین کو اس نے اپنی تصانیف مین جمع کیا۔ ایک مجموعہ کا نام جو آٹھ رسالون مین ہے الموافق الی الغایۃ الانسانیہ (انسان کی انتہائی طاقتین کیا ہین) رکھا۔ ایک کتاب مین آداب تصنیف بتائے ہین۔ آداب جنگ مین ایک کتاب ترتیب دی اور شاہ کو تحفۃً نذر کی۔ ایسی ہی کتاب السبعۃ۔ تحفۃ الامل۔ کتاب النصیحۃ اطباء اور حکما کے لیے تصنیف کی۔

(۴) پند و نصائح جو اس حکیم نے اپنے تجربے سے حاصل کین اور جن پر عمل کرنے کی دوسرون کو ہدایت کی۔

اس کا کلام سراپا صداقت ہے۔ نبوت کے پرتو نے اس کو خالص حکمت بنا دیا ہے۔ وہ نصیحت آمیز لفظون مین کہتا ہے کہ شب کے وقت قبل اس کے کہ بالین خواب مین تھوڑے عرصے کے لیے ظاہری فرائض سے جدا ہو مناسب ہے کہ اپنی اندرونی حالت کا جو نفس سے متعلق ہے دائمی محاسبہ کرتا رہے اگر اس کی رفتار قانون فطرت کے موافق معتدل رہی ہے تو اس کا شکر کرے اور اگر کوئی بے اعتدالی سرزد ہوئی ہے تو استغفار سے اس لوث اور مجھوک کا فوراً ازالہ کر دے اور اس کے بیج دل مین نہ جمنے دے۔ واقعی اس قانون پر عمل کرنے سے پاکیزہ جذبات کے راسخ کرنے کا عمدہ موقع ملتا ہے۔ معاملات داد و ستد مین بھی ایسے محاسبہ کے مفید اثر قائم کیئے جاتے ہین۔

وہ کہتا ہے کہ صرف کتاب ہی علمی معاملات کے لیئے کافی نہین ہے بغیر اُستاد کے کامل رہبری نہین ہوا کرتی اپنے مطالعہ پر تکیہ کر کے اُستاد سے بے پروائی نہین کرنا چاہیے اور اُستاد کی خدمت مین تواضع اور ادب کی بڑی تاکید کرتا ہے۔ وہ علمی خدمتون مین کوتاہی نہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور اگر اس خدمت کی قابلیت نہو تو اخلاص دل اور شکر گذاری ہی ادنی معاوضہ کے لیئے کافی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جس کتاب کا تو قصد کرے اُس پر فتوحات حاصل کرنے مین یہان تک کوشش کر کہ اُس سے تو بالکل مستغنی ہو جاے۔ اگر وہ کتاب مفقود بھی ہو جاے تو تیری طبیعت مین ملال پیدا نہو اور ایک وقت مین دو علمون کی تکمیل مین مصروف نہین ہونا چاہیئے۔ سال دو سال تک اپنے غور کو اسی پر حصر کرنا چاہیئے اُس سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے علم کو سیکھنا چاہیئے۔ یقیناً اس باترتیب تعلیم سے قابلیت کی بنیاد مستحکم ہو جاتی ہے اور بے ترتیب کام کرنے والا کبھی علمی فاتح نہین ہو سکتا ہے۔ اس ترتیب کے آثار کا عالم طبیعت مین خوض کرنے سے زیادہ انشراح ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ جب اس طریقے سے ایک علم پر کافی قدرت حاصل ہو جاے تو ہمیشہ اُس کے بڑھانے مین سعی کرتا رہے ابتدائی تعلیم مین یادداشت اور ہم سرون سے تفتیش اور بحث مفید ہے اور کامل کو درس دینا اور تصنیف۔

وہ علم تاریخ کے مطالعہ کے بہت فوائد بیان کرتا ہے وہ اس کی عجیب منفعت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مختصر حصہ عمر مین تمام قدیم دنیا کے سچی مورخ کو معاصرت ہو جاتی ہے اور انسانی زندگی کے متعلق نیکی اور بدی کا عمدہ سبق آدمی اُس سے سیکھ سکتا ہے۔ وہ پاکیزہ زندگی کے واسطے نہایت پر اثر اور مفید نمونہ صدر اول کے حالات کو بتاتا ہے خصوصاً سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح زندگی کے پرتو کا بڑا مداح ہے وہ کہتا ہے کہ علاوہ امور دنیا کے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک عادت کی پیروی کرنا انسانی زندگی مین برکتون کو بڑھاتا ہے۔ ان کی سیرت کے شعبون سے بخوبی واقف ہونا چاہیئے اور آپ کے کھانے پینے کے آداب اور مرض اور علاج کے طریقے آپ کے معاملات جو خدا کے ساتھ اور اعدا اور اقارب کے ساتھ تھے اُن کو اپنے ارادون اور اعمال کے پیش نظر رکھنا چاہیئے اُن کے ادنی حصے پر بھی اگر کوئی کاربند ہو گیا۔ اُس کو انسانی زندگی کا اعلی پایہ حاصل ہو گیا ہے وہ کہتا ہے کہ انسان کو اپنی ذات سے کبھی حسن ظن نہ کرنا چاہیئے۔ آدمی کو اپنے خیالات کا ہمیشہ موازنہ کرنا چاہیئے۔ اپنی وقعت کو علما اور اُن کی تصانیف پر پیش کرتا رہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر تو خدا سے نافرمانی کرنا چاہے تو

اس کے لیئے ایسی جگہ تلاش کر جہان خدا تجھ کو نہ دیکھ سکے۔

وہ کہتا ہے کہ ثروت ابتداءً علمی ترقی کے لیئے مضر ہے اس کو وہ کلیۃً نہیں کہتا ہے بلکہ وہ خیال کرتا ہے کہ ثروت کے ساتھ جب سب ہمتی جمع ہو جاتی ہے تو علمی مضمون سے دولت مند کاہل ہو جاتا ہے دولتمند ہو کر علمی خوشیان جب ہی حاصل کر سکتا ہے کہ حوصلہ اس کا بلند ہو اور ذاتی جوہر رکھتا ہو۔

از کالج میگزین۔

دستور العمل بغرض مصرف ممبران جلسۂ تہذیب

مجوزہ جناب مسٹر ہی ڈوش صاحب بہادر کلکٹر جونپور

مرسلہ جناب قاضی عزیز الدین احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر و سکرٹری جلسۂ تہذیب جونپور

امور مفصلہ ذیل پر فی الحال توجہ کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

۱۔ تخفیف اخراجات شادی و غمی۔

۲۔ انتظام خیرات۔

۳۔ تصفیہ مقدمات بذریعہ ثالثی۔

۴۔ قائم کرنا بنک زراعتی۔

۵ ترقی زراعت۔

۶۔ ترقی صفائی۔ تندرستی و علم طب۔

۷۔ ترقی تجارت۔

۸۔ ترقی تعلیم بالخصوص تعلیم فن تعلیم تربیت و تعلیم نسوان۔

۱۔ تخفیف اخراجات شادی و غمی

اس مد مین ہر ممبر جلسۂ تہذیب خصوصاً جن کے پاس علاقہ زمینداری ہے فی الفور مدد دے سکتے ہین اور چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ مین مختلف اقوام کے لوگون کو جمع کر کے فوائد و ضرورت جلسہ تہذیب کی سمجھا دیوین اور ان سے دستخط بطور اقرار کے کرا دین کہ جو کچھ تجویز پنچایت سے ہو جاے اس کے خلاف ہرگز نہ کرین گے۔ بعد اس کے ہر ایک قوم کو ترغیب دینا چاہیئے کہ پنچایت بیٹھا کر تجویز کرے کہ کون سی رقم ضروری ہے اور کون سی غیر ضروری اور واضح ہو کہ اس پنچایت مین عورتون کو بھی شامل کرنا چاہیئے یا ان سے صلاح لینا چاہیئے اور پنچون کی تجویز کو ان سے پسند کرا دینا چاہیئے جس قوم مین خرابہ دستور قرار داد یعنی جہیز لینے کا ہو اس کو ضرور چھوڑ دینا چاہیئے بعد اس کے ممبران جلسۂ تہذیب کو چاہیئے کہ وہ خود پنچ نگران ہو جائے یا پنچ نگران مقرر کرے جو ہر علاقہ مین نگرانی کرے کہ کوئی شخص خلاف تجویز پنچایت کے کسی تقریب مین عمل نہ کرنے پاوے۔ خلاصہ ہدایات بالا اول ہر

خلاصہ ہدایات بالا

۱۔ ہر شخص سے دستخط رضامندی کا بنانا اور دستخطون کی فہرست مرتب کرنا۔

۲۔ پنچایت کا بٹھانا اور پنچایت سے تجویز کرانا اور اس تجویز کو جلسۂ تہذیب مین پیش کرنا۔

۳ پنچ نگران بنانا اور ان کے ذریعے سے اطلاع جلسۂ تہذیب مین دینا اگر کوئی شخص خلاف تجویز پنچ کے عمل کرتا ہے۔

۲۔ انتظام خیرات

اس مد مین بھی ہر ممبر جلسۂ تہذیب فی الفور کارروائی کر سکتا ہے وہ بکس سوراخدار رکھ سکتا ہے جس کے اندر بھکنگے کے سامنے وہ پیسہ ڈال دے جو سابق مین بھکنگے کو دیتا تھا۔ اور رقم جو بکس مین جمع ہو اور جس قدر روپیہ مسلمان امام ضامن کے لگا لیتے ہین وہ اسی بکس مین ڈال دیے جایا کرین جلسۂ تہذیب کے سامنے پیش کر سکتا ہے کہ حسب راے جلسۂ تہذیب کے خرچ ہوے۔ علاوہ اس کے وہ اپنے پڑوس کے بھکنگون کی فہرست لکھ سکتا ہے اور ان کو مدات مفصلۂ ذیل مین تقسیم کر سکتا ہے۔

۱۔ قابل مزدوری۔ ۲۔ جن کے رشتہ دار موجود ہون۔ ۳۔ بے کار بے کس۔ ۴۔ عورات پردہ نشین۔ ۵۔ وہ لوگ جو شرافت کی وجہ سے معمولی بھکنگون مین شامل نہین کیے جا سکتے ہین اور جن کو خاص طور پر خیرات دینا چاہیئے۔

واضح رہے کہ جیسی مد اول ہے اس مد مین بھی مستورات کو رضامند کرنا چاہیئے اور اس مین وہ شاید رضامند ہو سکتی ہین جب ان کے ذہن نشین یہ بات کرائی جاے گی کہ زر خیرات مین جو بچے گا وہ مسجدون و مندرون کی مرمت مین صرف ہوگا۔ خلاصہ

خلاصہ ہدایات بالا

زر خیرات بذریعہ بکس سوراخدار جمع کرنا اور اس کو محتاج خانے مین یا بذریعہ راے جلسۂ تہذیب کے خرچ کرنا۔ یا خاص طور پر اشراف غربا کو

خیرات تقسیم کرنا۔ فہرست بھلنگون کی لکھوانا اور اُن کی قسم بندی کردینا۔

تنبیہ

واضح ہو کہ قسم اول کے بھلنگے کو مزدوری دلانا چاہیئے وقسم دوم کے رشتہ دارون پر تاکید کرنا چاہیئے کہ وہ اُن کی پرورش کرین۔ قسم سوم محتاج خانے مین بھیجنا چاہیئے۔ قسم چہارم و پنجم کو خاص طور پر خیرات تقسیم کرنا چاہیئے۔

۳۔ تصفیہ مقدمات بذریعہ فیصلہ ثالث

اس بارے مین ممبران یہ مدد کر سکتے ہین کہ اپنے عزیز و اقارب کو عدالت مین جانے سے روک سکتے ہین اور جہان دیکھتے ہین کہ اُن مین کوئی جھگڑا ہو گیا ہے خود پنچ ہو سکتے ہین یا دوسرون کو پنچ مقرر کر سکتے ہین اور سوچ سکتے ہین کہ تجویز جلسہ تہذیب کو مضبوطی کیونکر دی جاسکتی ہے اور اپنی راے جلسۂ تہذیب کے سامنے وقتاً فوقتاً پیش کر سکتے ہین اور سوچ سکتے ہین

۴۔ قائم کرنا بنک زراعتی

اس معاملہ مین سیٹھ رگھوبر دیال تعلقہ دار معزالدین پور ضلع سیتاپور نے بہت عمدہ کارروائی کی ہر ممبر کو سیٹھ صاحب کی کتاب پڑھنا چاہیئے اور اُسی کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

۵۔ ترقی زراعت

اس معاملہ مین ہر ممبر جلسہ تہذیب جن کے پاس علاقہ زمینداری ہے مدد دے سکتے ہین وہ محکمہ زراعت سے بیج نئے نئے جنس منگوا سکتا ہے اور بوا کے امتحان کر سکتا ہے کہ مفید ہے یا نہین لیکن زیادہ فائدہ اس مین تب ہوگا جب ایک چھوٹا جلسہ اس کام کے لیئے مقرر ہو کہ جو متعلق جگھون کی سرپرستی کرے اور اصل کاشت کارون کو شریک جلسہ کر کے اُن کے سامنے مشورہ کرے کہ کون سی بات مضر ترقی زراعت کے ہے اور کیونکر اُس کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔

۶۔ ترقی صفائی وغیرہ

اس امر مین ہر ممبر جلسہ تہذیب بخوبی مدد دے سکتا ہے اپنے گھر مین صفائی اندرونی و بیرونی اختیار کر سکتا ہے کہ جو نمونہ اور لوگون کے لیے ہوگا اپنے عزیز و اقارب کو اشیاے منشی کے استعمال سے و دیگر عادات مضر تن درستی سے روک سکتا ہے دکانات ادویات کی نگرانی کر سکتا ہے اور جہان عمدہ طور پر ادویات کی حفاظت نہین ہوتی ہے اُس دکان سے سودا لینا ترک کر سکتا ہے اور اس بات کی کوشش کر سکتا ہے کہ مغربی و مشرقی طب کا فائدہ رعایا کو ملے مثلاً دیہاتی دائیون کی تعلیم دلا سکتا ہے کہ وے نادانی سے اپنے جچان کو نقصان نہ پہونچانے پائین۔

۷۔ ترقی تجارت

اس معاملہ مین زیادہ تر مشورے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے مگر ممبر حسب حیثیت اپنے ایک بہت ضروری امر مین مدد دے سکتا ہے وہ یہ ہے کہ تجارت ونسل بیل وگاے کی ترقی کی جاے تاکہ زراعت مین ترقی ہو اور لوگون کو عمدہ دودھ مکھن گھی جو زیادہ تر باعث قوت جسمانی ہے حاصل ہو۔

۸۔ ترقی تعلیم

جو کوئی ممبر اس بات کی لیاقت رکھتا ہو چھوٹی چھوٹی کتابین لکھ سکتا ہے جن سے لڑکون کو تعلیم و تربیت ہو اور نسبت تعلیم نسوان اس بات کا مشورہ جلسہ تہذیب کو دے سکتا ہے کہ اس ضروری امر مین کیونکر ترقی دی جاسکتی ہے بغیر اس کے کہ لوگون کو بدگمانیان ہون اور مخالفت پیدا ہو۔

تنبیہ

ہر ممبر کو ہر امر مین ایک بہت عمدہ ذریعہ مدد دینے کا یہ ہے کہ اغراض جلسہ تہذیب کی نسبت اپنے گھر مین گفتگو کرے عذرات سُنے اور رفع کرے تاکہ جلسۂ تہذیب کو کام بالا حاصل کرنے مین کوئی امر مانع نہو بجاے اس کے کہ فضول باتین کہے یا کسی شخص کی نسبت بُرائی بیان کی جاے جیسا کہ انسان کا دستور ہے وقت بے وقت نسبت اغراض جلسہ گفت و گو کیا کرے۔

سرور گزٹ

ہفتہ وار ہر یکشنبہ کو شایع ہوتا ہے۔ شرح چندہ حسب ذیل ہے

خاص معاونین سے بیس اور دس روپیہ سالانہ

عام شائقین سے چھ روپیہ سالانہ تین روپیہ ششماہی

طلبہ سے جو اپنی مفلسی ثابت کرین تین روپیہ سالانہ۔

بلالی پریس ساڈھورہ مین چھپوا کر منشی سراج الدین احمد نے ناہن سے شایع کیا